بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مریم قریشی نے یہ افسانہ (رقص میں ہے سماں) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس افسانہ (رقص میں ہے سماں) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

****

وہ کھنکتی ہواؤں جیسا ہے۔ وہ میٹھے کا چشمے سا ہے۔ اس کی آنکھیں ہزاروں راز اناتی ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں پیچیدہ اور انتہائی خوبصورت انسان ہے۔ میری سانسیں اسی سے جڑی ہیں۔ وہ میری آنکھ میں گرے ہوئے آنسو بنا دیکھے محسوس کرلیتا ہے۔ اسے معلوم میں ہے کہ میں حد درجہ اس سے متاثر ہوں۔ آج کل اس دھندلے موسم میں میں گاڑی کے شیشے پر' کچن کی کھڑکی پر' بیڈروم کی ڈریسنگ ٹیبل پر اس کے نام کا پہلا حرف اپنے نام کے پہلے حرف کے ساتھ دل جوڑ کر لکھتی ہوں۔ ہائے میں چوبیس سالہ لڑکی ایک چالیس سال کے مرد کے عشق میں بری طرح غرق ہوں۔ وہ شخص میری جلوت خلوت میں ہے۔ اس سے محبت کرنا میری اشد ضرورت ہے اور اگر میں نے اس سے محبت کرنی چھوڑ دوں تو میری سانسیں آج ہی بند ہو جائیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ میری زندگی میں آنے والا پہلا مرد ہے۔ لیکن وہ ایسا ہے جو آخری ہے۔ مجھے قوی یقین ہے کہ اس کے بعد میرے دل کے دروازے کسی کے لیے نہیں کھلیں گے۔ دنیا کے لیے وہ جہانگیر ہو گا لیکن میرے لیے وہ صرف جئے ہے۔

ہائے اس کا نام لیتے ہی میرے وجود پر بہار چھا جاتی ہے۔ دل ڈوب ڈوب کر ابھرتا ہے۔ وہ شخص صرف اسی وجہ سے مجھ سے کتارہتا ہے کہ میں اس اس سے سولہ سال چھوٹی ہوں۔ بھلا محبت عمروں کو کہاں دیکھتی ہے۔

عشق نہ پوچھے ذات نہ ویکھے رنگ...!

یہ بات اسے کون سمجھائے؟؟؟؟؟؟

وہ سر پھری سی ہے۔ہر وقت بے چین رہتی ہے۔

Jai....!!!

مسنگ یو آپ کب آئیں گے ؟؟؟

یہ الفاظ اس پاگل لڑکی کے تھے۔

مانا کہ وہ میرے بہت قریب ہے۔مانا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔لیکن وہ اتنی نازک اور معصوم ہے۔میرا دل مانتا ہی نہیں ہے کہ اسکا ذہن خراب کروں جو آل ریڈی اتنا خراب ہے۔وہ ناراض دکھتی ہے۔وہ بہت بے چین ہوتی ہے۔مگر میری ایک نظر سے وہ پر سکون ہو جاتی ہے۔

وہ کہتی ہے کہ آپ میرے ہوسٹ ہیں۔لیکن دراصل وہ میری ہوسٹ ہے اور میں اسکا پیرا سائٹ ہوں۔

میرے نس نس میں اسکی محبت پھیلی ہے۔لیکن میں اقرار سے عاجز ہوں۔وہ اقرار کی شیدائی ہے۔اس کی نظریں خائف رہتی ہیں میں سہتا رہتا ہوں۔

میں بعض اوقات شرمندہ ہو جاتا ہوں لیکن وہ باز نہیں آتی۔

وہ کہتی ہے آپ حکم دیا کریں۔

میں کہتا ہوں میں ایک کشکول لیے کھڑا فقیر ہوں۔

وہ کہتا ہے بہت شرارتی ہیں آنکھیں میری میں کہتی ہوں ان میں تم بستے ہو۔۔۔
میں نہیں جانتی میں اس کی کس چیز پر مرتی ہوں۔ لیکن وہ سر سے پاؤں تک مجھے عزیز ہے۔ اس کی ایک جنبش پر دل دھڑک کر حلق میں آجاتا ہے۔

میں یعنی افراح سمیر جہانگیر عالم کی محبت میں سر تا پیر ڈوبی ہوئی ہوں۔ میرا دل جہانگیر عالم کا شیدائی ہے۔ چار ماہ پہلے میری جہانگیر عالم سے ملاقات بالکل اتفاقیہ تھی۔
2 مئی کی وہ گرم شام تھی۔ میں کچھ لیٹ پہنچی تھی۔ گاڑی پارک کر کے جلدی سے گفٹ اُٹھائے جب میں اندر حال کی جانب جا رہی تھی۔ تو سامنے سے آتی قد آور شخصیت سے میری زوردار ٹکر ہوئی تھی۔ میں نیچے گرنے ہی والی تھی کہ مجھے بچا لیا گیا۔
"مس دھیان سے۔۔۔"
دو مضبوط ہاتھوں نے مجھے پکڑا تھا۔ میں نے نیچے گرا گفٹ اُٹھانا چاہا۔ لیکن کراہ کر رہ گئی۔ میرے پاؤں میں شاید موچ آگئی تھی۔ میں نے پہلی بار غور سے شاید کسی مرد کو دیکھا تھا۔ براون آنکھوں والا یا قوتی شخصیت کا مالک مرد تھا۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو وجاہت و خوبصورتی میں یکتا ہوتے ہیں۔
"شاید یہ اٹھائیس سال کا ہے۔۔۔" میں نے حسب معمول سامنے والے کو دیکھ کر عمر کا اندازہ لگایا۔

New Era Magazine

میرے اندازے اکثر درست ثابت ہوتے تھے۔ لیکن پہلی بار شاید میرا یہ اندازہ غلط ثابت ہونے جارہا تھا۔ بلکہ مردوں کے بارے میں جو عام تاثر تھا وہ بھی شاید ختم ہونے جارہا تھا۔ جو بھی تھا میں اس سے اپنی عادت کے بر خلاف بہت متاثر ہوئی تھی۔

ہانیہ مجھے ڈھونڈ ھتے ہوئے باہر کی طرف آئی تھی۔

"اوہ شٹ افراح کیا ہو گیا۔۔۔" ہانیہ نے میرا ہاتھ تھاما تھا۔

"تھینک یو انکل۔۔۔۔" ہانیہ نے خوش دلی سے کہا تھا۔

"واٹ۔۔۔" میں نے حیرت سے سامنے موجود قد آور شخصیت کو دیکھا تھا۔ وہ شاید میرے تاثرات سمجھ گیا تھا۔ اس لیے مسکرایا تھا۔ گھنی مونچھیں آج سے قبل مجھے اتنی اچھی کبھی نہیں لگی تھیں۔

"افراح یہ جہانگیر عالم ہیں ماما کے کزن۔۔۔"

میں نے مسکرا کر دیکھا تھا۔ اس کے لبوں پر دھیمی مسکان تھی۔

ہم اندر چلے آئے تھے۔ میں جتنی دیر تقریب میں موجود رہی میری نظریں اسے ڈھونڈتی رہیں۔ میں کوئی مردوں سے متاثر ہونے والی ٹپیکل لڑکی نہیں تھی۔ ہماری سوسائٹی میں لڑکے لڑکیوں سے دوستی عام تھی۔ میرا حلقہ احباب وسیع تھا۔ کبھی کبھی کام کے سلسلے میں کلاس فیلوز رات گئے تک میرے گھر میں رہتے تھے۔ ہم لڑکے لڑکیاں مل کر پروجیکٹ بناتے تھے۔ لیکن یہ سب دوستی کی حد تک تھا۔ خیر موسم گرم تھا۔ مگر گرمی کا احساس زائل ہو چکا تھا۔ وہ شخص شاید میری زندگی میں بہار بن کر آیا تھا۔

جہانگیر عالم سے میری دوسری ملاقات ہانیہ کے گھر پر ہوئی تھی۔میں اس دن میں ہانیہ کو پک کرنے گئی تھی۔وہ ڈرائنگ روم میں انکل کے ساتھ تاش کی بازی لگائے بیٹھا تھا۔

"آؤ افراح کہاں ہوتی ہو آج کل نظر نہیں آتی۔۔۔"انکل آفریدی نے پوچھا تھا۔

"بس یہیں ہوتی ہوں آپ غائب ہوتے ہیں۔۔۔"

میں نے انہیں کہا تھا۔میرے ہانیہ کے گھر والوں سے دوستانہ تعلقات تھے۔

"اچھا ان سے ملو یہ ہیں جہانگیر عالم۔۔۔"

میں نے ہلکا سا مسکرا کر دیکھا تھا۔وہ میری طرف پہلے ہی متوجہ تھا۔

"ظالم دیکھتا کیسے ہے۔۔۔"میں دل ہی دل میں بڑبڑائی تھی۔

اس نے شاید میرے تاثرات پڑھ لیے تھے۔وہ اب پہلے سے زیادہ مسکرا رہا تھا۔میں ہانیہ کے کمرے کی طرف دوڑی تھی۔

حیرت ہے انکل اپنے ہم عمروں کو چھوڑ کر اسکے ساتھ کیسے کھیلنے لگ گئے۔اکثر ڈرائنگ روم میں انکل کے دوست ہی ہوتے تھے۔ان کی طرح ریٹائرڈ۔وقت کو گزارنے کے لیے تاش اور شطرنج کی بازیاں لگائی جاتی تھیں۔

ہم دونوں اس وقت شاپنگ کر کے ایک ریسٹورنٹ میں کافی پی رہے تھے۔جب میں نے ہانیہ سے پوچھا تھا۔

"یہ تمہارے اتنے ینگ انکل کہاں سے برآمد ہو گئے ہیں۔۔۔"میں نے سرسری لہجہ اپنایا تھا۔

"اتنے بھی ینگ نہیں ہیں ممی سے صرف پانچ سال چھوٹے ہیں۔۔۔"ہانیہ نے اپنے بال سنوارے تھے۔

"واٹ۔۔۔"میں شاکڈ تھی۔

"ہاں جہانگیر عالم چالیس سال کے ہیں۔۔۔"ہانیہ نے اپنے بال سنوارے تھے۔

"تم مزاق کرر ہی ہو۔۔۔"میں انکاری تھی۔

"قسم لے لو۔۔۔۔"اس نے کہا تھا۔

"قسم جھوٹے کھاتے ہیں۔۔۔"میں نے شک بھرے لہجے میں کہا تھا۔

یہ ممی کی پھوپھو کے بیٹے ہیں۔انکی بیوی اور بچہ ٹریفک حادثے میں جان بحق ہو گئے تھے۔تب سے لیکر آج تک سنگل ہیں۔یہ اسلام آباد ہوتے ہیں بہت کم آتے جاتے ہیں۔ہماری دوستی لاسٹ ائیر ہی تو ہوئی ہے۔یہ سال بعد اب ہی آئے ہیں۔جانے مانے بیوروکریٹ ہیں۔مجھے یقین کرنا ہی پڑا تھا۔

"آہ تو اس شخص کے دل میں پہلے سے ہی کوئی بسا ہوا ہے۔۔۔"میرا دل کرلایا تھا۔

ہماری تیسری ملاقات تب ہوئی۔جب وہ ایک دن ہانیہ کو لینے یونیورسٹی آئے تھے۔میرا ڈرائیور اس دن نہیں آیا تھا تو میں مجھے بھی ہانیہ کے ساتھ ہی جانا تھا۔

میرے چہرے پر حیرت تھی۔وہ شخص کہیں سے بھی چالیس سالہ مرد نہیں لگتا تھا۔

اس نے مجھے ایک دوبار مسکرا کر دیکھا تھا۔وہ شاید میری حیرانگی بھانپ گیا تھا۔رہی سہی کسر ہانیہ نے پوری کر دی تھی۔اس نے بتایا تھا کہ میں بھی حسب حال دھوکہ کھا گئی ہوں ہر شخص کی طرح اسے پہچاننے میں۔اس کے لب مسکرائے تھے۔اس نے ابرو اُٹھا کر میری طرف دیکھا تھا۔

اور میرا دل جیسے اٹک کر اس کی پلکوں میں لرز رہا تھا۔۔۔

میں جہانگیر عالم ایک چالیس سالہ مرد ہوں۔میری زندگی میں آنے والی پہلی عورت اور آخری عورت میری بیوی روحی تھی۔

روحینہ میری چچازاد تھی۔شادی کے ایک سال بعد میں اسے میکے چھوڑنے جا رہا تھا کہ راستے میں قضا نے اسے آ لیا۔یہ حادثہ بڑا جان لیوا تھا۔مجھ سے میرا سب کچھ چھین کر لے گیا۔سولہ سال ہو گئے تھے اس حادثے کو مگر میرا دل کہیں نہیں ٹھہرا تھا۔میں ڈرتا تھا کہ اگر پھر میں نے گھر بسایا تو وہ اجڑ جائے گا۔عاصمہ باجی سے میرا قلبی لگاؤ تھا۔اس بار میں ان کے بے حد اصرار پر اسلام آباد گیا تو میری ملاقات ہانیہ کی سہیلی سے ہوئی۔

وہ شاید ہر دم جلدی میں رہتی تھی۔ہانیہ کے انکل کہنے پر اس نے مجھے چونک کر دیکھا تھا۔اکثر لوگ یہی کرتے تھے۔مگر مجھے پہلی بار اس کی حیرانگی اچھی لگی۔دوسری بار میری اس سے ملاقات ہوئی تو وہ نروس تھی۔اس بار میں نے اسے غور سے دیکھا تھا۔اس کے بائیں گال پر تل تھا بالکل روحینہ کی طرح۔اس کے بال بھی دوشیڈز میں تھے۔اس پل مجھے لگا کہ میں چالیس

سالہ مرد ہار گیا ہوں۔اس کی شخصیت میں ایک بے نیازی سی تھی جو اسے ممتاز رکھتی تھی۔ تیسری بار جب گاڑی کی بیک سیٹ پر اس کی پلکیں لرزی تھیں تو مجھے انکشاف ہوا تھا کہ افراح سمیر میری محبت میں مبتلا ہو چکی ہے۔میں اسی شام ہی فلائٹ سے اسلام آباد واپس آگیا تھا۔ اتنے عرصے بعد آج میرا کمرہ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔میرا دل جیسے کراچی میں ہی رہ گیا تھا۔میں کم کم ہی کسی کو فون کرتا تھا۔آج میرا دل چاہ رہا تھا کہ ہانیہ کو فون ملا کر اس کی سہیلی کے بارے میں تمام معلومات لوں۔لیکن پھر میں شرمندہ ہو گیا تھا۔یہ دل بھی عجیب مخلوق ہے۔ انسان کو ایسی حالت میں لے آتا ہے کہ سمجھ ہی نہیں آتی اب کیا کیا جائے۔میں بھی شاید اب دل کا مریض بن چکا تھا۔روزوشب وہی تھے۔مگر اب ایک ہلکی سی کسک میرے دل میں جاگ اُٹھی تھی۔

آپی کی نند کی شادی تھی۔میں ماما کے ساتھ اسلام آباد آئی تھی۔جانے کیوں اس بار میرا دل کہیں نہیں لگ رہا تھا۔ہانیہ مجھ سے کئی بار پوچھ چکی تھی۔مگر میں اسے کیسے بتاتی کہ تمہارے انکل پر میرا دل آچکا ہے۔ہانیہ اکثر اس کی باتیں کرتی تھی۔میں چپ رہ کر سنتی رہتی تھی۔میں اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ائیرپورٹ پر اترتے ہی میں نے دعا کی تھی کہ وہ مجھے نظر آجائے اور وہ شاید قبولیت کا لمحہ تھا۔وہ مجھے یکدم ہی نظر آیا تھا۔گرے تھری پیس سوٹ میں بیگ پکڑے ہاتھوں میں پاسپورٹ لیے میں رک گئی تھی۔اس لمحے اس نے مجھے دیکھا تھا۔اس کی رفتار کچھ کم ہوئی تھی۔لیکن پھر وہ چلا گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو ناشناسائی نظر آئی تھی پھر وہ

ساکت ہو گئی تھیں۔میں ماما کے ساتھ آپی کے گھر چلی آئی تھی۔پوری شادی میں میں اداس رہی تھی۔واپسی پر فلائٹ میں بھی میں چپ تھی۔ماما نے اسے تھکاوٹ جانا تھا مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔کیونکہ بہت بولنا میری عادت تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج شاید اچھا دن تھا۔میری مصر کی فلائٹ تھی۔جب وہ مجھے نظر آئی۔مہرون لانگ ٹاپ پہنے وہ بہت گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔پل بھر کو ساری دنیا جیسے رک گئی تھی۔پھر میں فلائٹ کے لیے لیٹ ہو رہا تھا تو جلدی سے چل نکلا۔مجھے اپنی پشت پر اس کی گلہ بھری نگاہیں محسوس ہوئی تھیں۔اور مصر میں ہر کام کرتے ہوئے وہ گلہ بھری نگاہیں جیسے میرے تصور میں رہی تھیں۔

اسلام آباد واپس آتے ہوئے مجھے افسوس ہوا تھا۔وہ میرے شہر میں آئی تھی اور میں نہیں تھا۔ مجھے لگا تھا کہ وہ شاید ہانیہ سے گلا کرے گی کہ میں نے اسے نظر انداز کیا تھا۔مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

آج میری سالگرہ تھی۔میں کمرے میں بند پڑی اپنی ناکام حسرتوں کا سوگ منا رہی تھی کہ ہانیہ کیک کے ساتھ آدھمکی اس نے مجھے زبردستی چینج کروایا۔اور کیک کاٹتے ہوئے نجانے کتنے آنسو میری پلکوں کی باڑ پر آرکے تھے۔ہانیہ نے حسب معمول کیک میرے منہ پر لگایا تھا۔

"اسٹاپ دس نان سینس ہانیہ۔۔۔"وہ حیران ہوئی تھی۔

"آج مجھے بتادو کہ ہوا کیا ہے۔۔۔"ہانیہ نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

میں تو جیسے موقعے کی تلاش میں تھی۔ سسک سسک کر رو پڑی۔ پورے پینتالیس منٹ رونے کے بعد جب میں منہ دھو کر آئی تو ہانیہ نے منتظر نظروں سے مجھے دیکھا تھا۔

"مجھے جہانگیر عالم سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔"

میں نے ہولے سے کہا تھا۔

"کیا؟؟؟"

وہ چیخی تھی۔

"ہاں۔۔۔"ایک بار پھر آنسو نکل آئے تھے۔

"تو اس میں رونے کی کیا بات ہے پاگل۔۔۔"اس نے کہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ پھر میں نے سرسری ٹکراؤ کے بارے میں بتایا تھا۔

"اوہ وہ تو ہیں ہی بورنگ۔۔"اس نے کہا تھا۔

"ویسے بڑی مزے کی سچوئیشن ہے"ہانیہ بہت خوش تھی۔

"پاگل ہو تم۔۔۔"میں نے کہا تھا۔

"تم سے کم۔۔۔"وہ کھلکھلائی تھی۔

ایسا لگتا تھا کہ کراچی مجھے کھینچ رہا ہے۔ اتفاقاً ایک سیمینار میں مجھے مدعو کیا گیا تھا۔ اور یہ ایک ہفتہ جاری رہنا تھا۔ مجھے پھر کراچی آنا پڑ گیا تھا۔ ہانیہ مجھے لینے آئی تھی۔ اس کے لبوں پر شرارت تھی۔

"کیسی ہو؟؟"میں نے پوچھا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔"وہ مسکرائی تھی۔

"آپ سنائیں۔۔"اس نے بات بڑھائی تھی۔

"الحمداللہ۔۔۔"وہ ڈرائیو کرنے لگی۔

میرا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ اس شوخ رنگ پہننے والی لڑکی کا پوچھوں مگر کیسے پوچھتا۔ہانیہ اکثر اوقات اپنی دوستوں کا تذکرہ فون پر کرتی رہتی تھی۔مگر اس بار میرے دل میں شاید چور تھا۔

"آپ پریشان لگ رہے ہیں۔۔۔"ہانیہ نے کہا تھا۔"نہیں تو بس تھکاوٹ ہے۔۔۔"میں نے ٹال دیا تھا۔

"انکل اب آپ کو شادی کر لینی چاہیے۔۔۔"ہانیہ نے کہا تھا۔

میں چونکا تھا۔

"تم ڈھونڈو نہ کوئی۔۔۔"میں آج شاید پہلی بار شادی کے ذکر پر نہیں چڑا تھا۔

اس نے پھر شریر نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"آپ کو چھوڑ کر میں نے افراح کے ساتھ نمائش پر جانا ہے۔۔۔۔"اس نے کہا تھا۔

"اچھا کیسی ہے وہ۔۔۔"میں نے سرسری لہجے میں پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔"اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

سیمینار کا آج تیسرا دن تھا۔میں اٹینڈ کر کے واپس جا رہا تھا کہ مجھے وہ نظر آئی تھی۔آج وہ اسکن کلر کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔اور بے انتہا اچھی لگ رہی تھی۔میرے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی کہ اسے جا کر کہوں تم بس یہ رنگ نا پہنا کرو اور اگر پہنا کرو تو صرف مجھے نظر آیا کرو۔

پھر ٹریفک سگنلز کی وجہ سے مجھے گاڑی کو نکالنا پڑا تھا۔وہ پیچھے رہ گئی تھی۔

ہانیہ نے میرا سر کھا رکھا تھا کہ ماما آج ڈنر بنا رہی ہیں تم لازمی آنا میرا بالکل دل نہیں تھا لیکن میں چلی گئی تھی۔

وہاں وہ موجود تھا۔میں نے اسے کتنے دن بعد دیکھا تھا۔لیکن میں اپنی نظروں کو بھٹکنے نہیں دے رہی تھی۔

"یہ کڑھی لو نا جہانگیر۔۔۔"عاصمہ باجی نے کہا تھا۔

"ہاں ٹرائے کریں بہت مزے کی ہے۔۔۔"ہانیہ نے کہا تھا۔

"ہماری افراح کی تو فیورٹ ہے۔۔۔"عاصمہ باجی نے کہا تھا۔

وہ نظریں نیچی کیے کڑھی پکوڑا کھا رہی تھی۔آج شاید وہ مجھ سے ناراض تھی۔اس کا ناراض ہونا بنتا تھا۔

میں نے پلیٹ اب کڑھی سے بھر لی تھی اور اب مسلسل وہی کھا رہا تھا۔میرا تمام دھیان اسی کی طرف تھا۔وہ ابھی بھی اسکن کلر کے جوڑے میں تھی۔وہ بہت دلکش تھی۔آج مجھے احساس ہوا تھا۔

رات کو کافی پینے کے بعد جب وہ چلی گئی تو عاصمہ باجی نے مجھے گھر لیا۔میں جو دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ہامی بھر بیٹھا تھا۔وہ بہت خوش ہوئی تھیں۔

"لیکن وہ مجھ سے تو شادی نہیں کریں گے۔۔"میں نے خفگی سے کہا تھا۔

"نہیں تم سے ہی ہو گی ان کی شادی۔۔۔"

ہانیہ نے کہا تھا۔

"وہ تو شادی کے نام سے ہی الرجک ہیں۔اور اپنے سے سولہ سال چھوٹی لڑکی سے شادی کیوں کریں گے وہ۔اور آخر وہ مان بھی جاتے ہیں۔تو ماما پاپا کہاں مانیں گے۔۔۔"

"اللہ توبہ۔۔۔"ہانیہ نے سر پیٹ لیا۔

"وہ کہاں لگتے ہیں چالیس کے۔۔۔"ہانیہ نے کہا تھا۔

"وہ بہت ظالم لگتے ہیں۔۔۔"میں نے ہولے سے کہا تھا۔۔۔۔۔۔

اب کراچی سے واپسی پر میں یہ تو جان چکا تھا کہ وہ دیسی فوڈ کی شوقین تھی۔ادب سے دلچسپی رکھتی تھی۔پڑھنے کا کوئی خاص شوق نہیں تھا۔گھومنے پھرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی

تھی۔ان دنوں مجھے سب اچھا لگ رہا تھا۔لیکن ایک چیز جو آڑے تھی وہ میری اور اس کی عمر میں فرق تھا۔میں لاکھ سر پٹکتا میرا دل افراح کے قدموں میں اور لوٹیاں مارنے لگتا تھا۔میں اپنے آپ کو باور کرواتا تھا کہ وہ میری نہیں ہو سکتی۔مگر مجال ہے جو یہ ڈھیٹ باز آ جائے۔یہ اتنا زیادہ پھیلتا جاتا تھا۔

ہانیہ اکثر مجھے شعر و شاعری بھیجتی رہتی تھی۔مجھے ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ میرے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔لیکن میں اس بات سے انجان تھا کہ وہ شاعری اسے افراح بھیجا کرتی تھی۔مجھے اب زرا زرا سا شک تھا کہ ہانیہ ہم دونوں کے جذبات سے واقف ہے۔لیکن یہ ابھی شک ہی تھا۔

ایک دن میں آفس سے واپس آیا تو ہانیہ اور عاصمہ باجی میرے گھر تھیں۔مجھے خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔یہ جاتی سردیوں کے دن تھے۔اسلام آباد قیام کے دوران یہ لوگ اکثر میرے پاس ہی قیام کرتے تھے۔میں فریش ہو کر آیا تو ابھی تک میری چائے نہیں آئی تھی۔میں کچن کی جانب چل دیا تھا۔وہاں وہ کپ میں چائے ڈال رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے سب کچھ پرفیکٹ ہے۔اس گھر میں جو ایک خالی پن لگتا تھا وہ اب بالکل ختم ہو چکا تھا۔اس نے ناراضگی سے مجھے دیکھا تھا۔میں نے ایک کپ اُٹھا لیا تھا۔وہ چائے لیکر باہر آ گئی اور میں بھی۔یہ تو بعد میں پتا چلا کہ وہ لوگ کسی سنگر کا کنسرٹ اٹینڈ کرنے آئی ہیں جو پہلی بار پاکستان آ رہا تھا۔ہانیہ بار بار مجھے کن انکھیوں سے دیکھتی تھی۔جبکہ وہ ہنوز نظرانداز کرنے والی پالیسی اپنائے ہوئے تھی۔موسم خوشگوار تھا۔بلکہ اس کے آنے سے تو جیسے زیادہ خوشگوار لگ رہا تھا۔

میں شام میں سو کر اُٹھا تو وہ لان میں چہل قدمی کر رہی تھی۔میں بے اختیار اس کی جانب آیا تھا

۔

"ہانیہ اور آنٹی شاپنگ پر گئی ہیں۔۔"اس نے کہا تھا۔

"آپ نہیں گئیں۔۔۔"میں نے پوچھا تھا۔

"بس آنکھ لگ گئی تھی۔۔۔"اس نے بالوں کی ایک لٹ پیچھے اڑستے ہوئے کہا۔ان لٹوں کے ساتھ میرا دل بھی شرارت کر رہا تھا۔آج وہ لانگ شرٹ اور جینز پہنے ہوئی تھی۔

ہمارے درمیان خاموشی بولنے لگی۔ایک مسحور کن خوبصورت سی خاموشی جو سب کہہ رہی تھی۔

"سنا ہے آپ ادب سے دلچسپی رکھتی ہیں۔۔"میں نے پوچھا تھا۔

"جی تھوڑی بہت۔۔۔"اس نے اضطراری کیفیت میں انگلیاں مروڑی تھیں۔

"آپکو ناحق تکلیف دی ہم نے۔۔۔"وہ نیچی نظروں سے بولی تھی۔

"نہیں میرے پاس تو اکثر مہمان رکتے ہیں۔ہانیہ اور باجی کا تو اکثر چکر لگتا ہے۔۔۔"میں نے کہا تھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔وہ اپنی نظریں اکثر نیچی ہی رکھتی تھی۔کہ شاید حال دل عیاں نہ ہو جائے ۔میں اس کے حال سے واقف تھا۔وہ انجان تھی۔پھر وہ اندر چلی گئی تھی۔میں وہیں بیٹھا رہا۔ اپنے آپکو کوستا رہا۔یہ دل اس عمر میں اب ٹھرک پر اتر آیا۔مجھے بے انتہاہ شرمندگی ہوئی تھی

مجھے ہانیہ نے نہیں بتایا تھا کہ ان کے گھر رہنا ہے۔میں اب پریشان تھی۔اس کی نگاہیں آج بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔مگر میں نے اپنا وہم جانا تھا۔باہر لان میں میں ایک وقت تو ایسا لگا جیسے ہمارے دل ایک ساتھ دھڑک رہے ہیں۔مگر میں مان نہیں رہی تھی۔شاید ایسے لوگ اپنی قد آور شخصیت سے دوسروں کے حواس پر طاری ہو جاتے ہیں۔میں نے سر جھٹکا تھا۔۔۔

ہم لوگ کنسرٹ اٹینڈ کر کے گھر جا رہے تھے۔اس شخص کی نگاہوں میں اب پھر بے گانگی تھی۔یہ کیسا پل میں تولہ پل میں ماشہ فطرت والا شخص تھا۔کبھی بہت مہربان تو کبھی بالکل انجان۔اب میں اس کے سامنے کبھی نہیں آؤں گی۔میں نے دل میں عہد کیا تھا۔

ہمارے امتحانات گزر گئے تھے۔ماسٹرز کے بعد ہم فری تھے۔میرے لیے آج کل رشتہ ڈھونڈا جا رہا تھا۔میں بہت پریشان تھی۔ہانیہ سب حالات سے واقف تھی۔ایک دن تنگ آکر اس نے اسلام آباد فون ملا ڈالا۔

"انکل! افراح کے رشتے آرہے ہیں۔۔"

"تو پھر۔۔۔"میں نے دل میں اُٹھتے درد کو دبایا تھا۔

"آپ انجان مت بنیں۔۔۔"ہانیہ زرا ترش ہوئی تھی۔

"ہانیہ میں کوئی کم عمر لڑکا نہیں ہوں۔تمہیں شرم آنی چاہیے۔۔۔۔"

"بس انکل یہ آپ دھوکا دے کس کو رہے ہیں۔۔۔"

"شٹ اپ ہانیہ۔۔۔۔"

"آپ پچھتائیں گے۔۔۔" ہانیہ نے کہہ کر فون کاٹ دیا تھا۔ ہانیہ اب سسکتی ہوئی افراح کو چپ کروا رہی تھی۔

وہ بڑا سنگ دل ہے
میں نے جس سے لگایا دل ہے
اسے محبت کی نہیں ہے پروا کوئی
میری ہستی ہوئی اجاڑ
میں ہوں بڑی لاچار
کیا کروں اے یار۔۔۔!

میں روئی تھی۔ بے پناہ روئی تھی۔ میرا دل جیسے کھنڈر بن گیا تھا۔ وہ محبت کے باوجود مجھے ٹھکرا رہا تھا۔ محبت کہاں عمر دیکھتی ہے۔ اب مجھے ہو جو گئی تھی۔ میں نے ہانیہ سے قسم لی تھی کہ وہ اب اس ہرجائی سے محبت کی بھیک نہیں مانگے گی۔ اس نے کہا تھا وہ ایسا ہی کرے گی۔

ہانیہ کے فون کے بعد میں حیرت میں تھا۔ آج نہیں تو کل یہ دن تو آنا تھا۔ لیکن پھر وہ ڈھٹائی سے ہمارے درمیان کھڑا عمروں کا فرق وہ کچھ نہیں کرنے دے رہا تھا۔ کاش آج سے آٹھ دس سال پہلے یہ مجھے مل جاتی کہیں۔ میں نے اپنے دل کو لتاڑا تھا۔

ہانیہ نے شاید عاصمہ باجی کو بھی بتادیا تھا۔وہ بھی مجھ سے ناراض تھیں۔جو بھی تھاماں باپ کے مرنے کے بعد انہوں نے میرا بہت ساتھ دیا تھا۔

پھر ایک شام آفریدی بھائی کا فون آگیا وہ مجھے بلا رہے تھے۔میں نے منع کیا تھا۔مگر وہ ڈٹے رہے تھے۔میں نے ناچار وعدہ کرلیا مگر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ان کا پھر فون آگیا تھا۔مجھے جانا پڑ گیا تھا۔

کراچی پہنچا تھا کہ سب کے اپنے اپنے منہ بنے ہوئے تھے۔ہانیہ اور عاصمہ باجی سے صرف سلام دعا ہوئی تھی۔آفریدی بھائی کے ساتھ وقت گزر رہا تھا۔پھر ایک دن شام میں ہانیہ بن ٹھن کے نکل ہی رہی تھی کہ میں نے پوچھ لیا۔

"کہاں جارہی ہو۔۔۔"

"افراح کے نکاح میں آپ چلیں گے۔۔۔۔۔"اس نے جاتے ہوئے کہا تھا۔

میں چپ رہ گیا تھا۔ایسا لگا تھا کہ جیسے دل بند ہو جائے گا۔خیر ہانیہ کے جانے کے گھنٹے بعد فون آیا تھا۔

"انکل جلدی سے آجائیں ایک ایمر جنسی ہوگئی ہے۔۔۔"میں بھاگا بھاگا گیا تھا۔

وہاعاصمہ باجی نے مجھے دور لے جاکر اتنا کہا کہ افراح کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔لفظ عزت نے عمر کی لکیر مٹادی اور میں راضی ہو گیا۔اور مجھے اسٹیج پر افراح کے ہمراہ بٹھادیا گیا تھا۔

اور ہمارا نکاح ہو گیا تھا۔میں ابھی تک حیران وپریشان تھا۔افراح کا ہونے والا شوہر نہیں آیا تھا۔
اس کے گھر والے زبردستی کر رہے تھے۔یوں عاصمہ باجی نے بات کر کے مجھے بلا لیا اور میں
انکار ہی نہ کر سکا۔کیونکہ افراح کی عزت کا معاملہ تھا۔

میں چند لمحوں میں اس کی ہو گئی تھی۔مقدر نے ہمیں کیسے ملایا تھا۔وہ مان گیا تھا۔پر مجھے پتا تھا
۔اس کے دل میں اب بھی عمروں کا فرق حائل تھا۔میں بھی کوئی اتنی گئی گزری نہیں تھی۔
جب تک وہ پہل نہیں کرے گا میں بھی کوئی رسپانس نہیں دوں گی۔میں نے تہیہ کر لیا تھا۔

میں بہت خوش تھا۔عاصمہ باجی 'ہانیہ اور آفریدی بھائی بھی خوش تھے۔خیر پھر رات کو میرے
دماغ میں کیڑا بلبلایا تھا۔میں نے سر پٹکا تھا۔میں صبح کی فلائٹ سے چلا آیا تھا۔لیکن اسلام آباد
میں دل اب کہاں لگنا تھا۔ہانیہ میری اور اس کی نجانے کتنی تصاویر بھیج چکی تھی۔میں دن میں کتنی
بار وہ تصاویر دیکھتا اور مسکرا دیتا تھا۔میرے کولیگز کو بھی میرے نکاح کی خبر ہو چکی تھی۔
سب کے بے حد اصرار پر پارٹی بھی دے چکا تھا۔

آج ہمارے نکاح کو ایک ماہ ہو چکا ہے۔مگر مجال ہے جو اس شخص نے ایک بار بھی فون کیا ہو۔
میں غصے میں بڑبڑا رہی تھی۔
اتنے میں بیل گونج اُٹھی۔کوئی انجان نمبر تھا۔

"افراح۔۔۔"اسکی خوبصورت آواز اسپیکر میں گونجی تھی۔

"جی۔۔۔"میں نے بمشکل کہا تھا۔

"کیا آپ ایک چالیس سالہ مرد کے ساتھ خوش رہ سکیں گی۔۔۔"اس نے پوچھا تھا۔

"آپکو کیا لگتا ہے۔۔۔"میں نے بھی سوال کر ڈالا۔

"پتا نہیں مجھے وہم ہے کہ مجھے خوشیاں راس نہیں آتی ہیں۔۔۔"اس نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا تھا۔

"یہ صرف وہم ہے حقیقت نہیں ہے۔وہم کے پیچھے پڑ کر زندگیاں برباد نہیں کی جاتی ہیں۔۔۔"میں نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"میں ہار گیا ہوں افراح۔۔۔"اس نے کہا تھا۔

"آپکو تو ہارنا ہی تھا نا۔۔۔۔"میں نے کہا تھا۔۔۔

جب سے اسے میں نے فون پر یہ کہا تھا۔وہ دیوانی ہوئی جا رہی ہے۔روزانہ ہزاروں میسیج آتے ہیں اسکے۔میں خاموشی سے پڑھتا رہتا ہوں اور اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہوں۔

"جئے آپ کب آئیں گے ؟؟؟"یہ میسیج لاکھوں بار آ چکا تھا۔آج تو میری ہمت جواب دے گئی تھی۔میں نے کراچی کی ٹکٹ کرائی اور آ گیا تھا۔

وہ میرے آنے کا سن کر آفریدی لاج چلی آئی تھی۔دھنک کے ساتوں رنگ اس کے چہرے پر دیکھے جا سکتے تھے۔میں اسے لیکر بیچ پر چلا آیا۔

"یہ سمندر کتنا گہرا ہے نا بالکل آپ کی طرح۔۔"اس نے کہا تھا۔

"شاید۔۔۔۔"میں بڑبڑایا تھا۔

وہ زیادہ دیر خاموش ہی رہی تھی تھی۔آج اس نے پھر اسکن کلر کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ اور ساتھ دوپٹہ بھی۔مور کی شکل کی بالیوں میں بار بار میری نگاہیں اٹک جاتی تھیں۔ وہ پتا نہیں نظر کو اتنا جھکا کر کیوں رکھتی ہے۔میرے دل نے پھر ضد کی تھی۔

آج میں بہت خوش ہوں۔وہ مجھے بیچ پر لے کر گئے تھے۔مجھے یقین ہے کہ جلد ہی وہ مجھے اپنے گھر بھی لے جائیں گے۔میں جانتی ہوں جیۓ کے لیے بہت مشکل ہے۔مگر یہ ہو جائے گا۔مجھے اپنی محبت پر یقین ہے۔

کراچی سے واآپس پر کچھ دن تو طبیعت ٹھیک رہی پھر مجھے ٹائیفائڈ ہو گیا۔ملازمین خیال تو رکھ رہے تھے۔مگر جو بات گھر والوں کی ہوتی ہے وہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔عاصمہ باجی کو پتا چلا تو سب کو لیے اسلام آباد چلیں آئیں۔میں اب قدرے بہتر تھا۔ایک شام میں مجھے تیار ہونے کو کہا۔مجھے کیا پتا تھا کہ یہ میرے ولیمہ کا تقریب ہو گی۔حال میں میرے سب کولیگ اور دوست تھے۔اسٹیج پر گولڈن کلر کے لہنگے میں شرمائی لجائی افراح میری توجہ کا مرکز تھی۔پھر ہر منظر دھندلا ہو گیا تھا۔ہر چیز بدل گئی تھی۔ہانیہ بار بار مجھے چھیڑ رہی تھی۔لیکن میں ان سب باتوں سے بے خبر تھا۔گھر میں میرا کمرہ بھی سج چکا تھا۔

آج میرے پاس کوئی تاویل نہیں تھی۔مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق میں کمرے میں چلا آیا۔
وہاں افراح کپڑے تبدیل کیے لائٹ آف کیے کمبل ڈالے ایک سائیڈ پر سکڑی سمٹی لیٹی تھی۔
وہ شاید میرے ڈر کی وجہ سے ایسی ہوگئی تھی۔میں نے بھی ڈریس تبدیل کیا تھا۔اس کی پلکیں
ہلکے اندھیرے میں لرز رہی تھیں۔

میں نے لائٹ آن کر دی وہ پھر سے سوتی بن گئی تھی۔میں نے اسے اتنا تنگ کیا تھا وہ حق
بجانب تھی۔

میں دھیرے سے اس کے پاس چلا آیا۔اس کی ایک لٹ کو پکڑا اور ہلکے سے سر گوشی کی۔

"تم غلط کہتی ہو کہ میں تمہارا ہوسٹ ہوں بلکہ تم میری ہوسٹ ہو۔میں تو بیچارا سا پیراسائٹ
ہوں۔۔۔"میں نے کہا تھا۔

ان کا گھمبیر لہجہ میرے کانوں میں رس گھول رہا تھا۔میں نے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

"یہ تم آنکھیں اتنا نیچے کیوں رکھتی ہو۔۔۔"میں نے پوچھا تھا۔

بس ویسے۔۔۔"وہ نروس ہوئی تھی۔

"اچھا اب تم اسکن کلر صرف گھر میں پہنا کرو۔باہر یہ کلر پہن کر نا جایا کرو۔۔۔"میں نے حکم
دیا تھا۔

"کیوں۔۔۔"اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا تھا۔گلابی آنکھیں سحر طراز تھیں۔

"کیونکہ تم اس رنگ میں اتنی اچھی لگتی ہو کہ میرا دل چاہتا ہے تمہیں اپنے اندر چھپا
لوں۔۔۔"میں نے اس کے کانوں میں رس گھولتے ہوئے کہا تھا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔اور کمرے میں رقص کرتی روشنیاں بھی، آسمان پر نکلا چاند بھی دو دلوں کے ملن پر مسکرا دیا تھا۔

****

نوٹ

رقص میں ہے سماں از مریم قریشی کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine